تحفظ حقوق نسواں بل کاشرعی وقانونی نقطہ نظر سے تحقیقی وتنقیدی جائزہ

CRITICAL AND RESEARCH ANALYSIS OF THE PROTECTION OF WOMEN'S RIGHTS BILL IN THE LIGHT OF SHARIA AND LEGAL PERSPECTIVE

Hafiza Bareera Hameed
Lecturer, Govt Sadiq College Women University
Bahawalpur;bareera.hameed@gscwu.edu.pk

Abstract

Woman is considered as the main pillar of the society. Before Islam, woman had no dignity. She was not given any kind of rights. Islam has granted them rights and obligations. The rights and responsibilities of women are equal to those of men but they are not necessarily identical. As a matter of fact, it is impossible to have absolute equality between men and women. This difference is understandable because men and women are different physiologically and psychologically. Islam has established some obligations for women that suit their nature, give them full security and protect them against disgraceful circumstances. With the passage of time, the woman started having problems again. So, she started fighting for her rights. This article highlights women's rights in the light of Sharia and legal point of view. It discusses whether the rights are given to them in accordance with their nature or not? The study gives the overview of bill for the protection of human rights passed in 2006 and 2016 in National Assembly of Pakistan. There are many good things in the bill for the upgradation of the women status but there are also some objections on it.

Keywords: Protection bill, Shariah, legislative, civilization, Islamic society

اسلامی تہذیب جو کہ تقریباً1400 سال تک حکمران تہذیب رہی ہے۔اس کی دوخوبیاں ایسی ہیں جو قبل ازیں کسی اور تہذیب کے حصے میں نہیں آئیں۔ایک اس تہذیب کا1400 سال پر محیط طویل اقتدار، دوسرا دنیا کواخلاق اور حقوق انسانی کا تصور متعارف کرانا، مسلم تہذیب کی خصوصیات میں سے ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انسانی حقوق جس میں افراد اوراقوام دونوں کے حقوق شامل ہیں کو تحفظ دیا گیا اور پھر ان میں عورتوں کے حقوق کا تحفظ مزید نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔چنانچہ اس تہذیب کی اسی اثرپذیری کا نتیجہ یہ ہوا کہ باقی دنیا جوانسانی اخلاق وحقوق کے تصور سے ناآشنا تھی اسلامی، تہذیب کے اثرات کی بناءپران میں نمایاں تبدیلیاں آئیں اور جس کے نتیجے میں برطانیہ میں حقوق انسانی کا ضابطہ میگنا کارٹا، فرانس میں حقوق انسانی کا چارٹراور پھر اقوام متحدہ کا عالمی منشور حقوق

انسانی 1948ء وجود میں آیا۔تاہم ہر عروج را زوالے، 1496ء میں سپین سے مسلمانوں کا اقتدار ختم ہوا، 1857 ء میں مغلوں کے زوال کے بعد ہندوستان میں اقتدار برطانیہ کے حصے میں آیا، 1924ء میں ترکی میں خلافت ختم ہوئی۔

مغربی اقتدار کا سورج طلوع ہوتے ہی دنیا میں ایک نئی الحادی سوچ جس کی بنیاد صرف فاتح قوم کی خواہشات اور مفادات تھے، عالمی سطح پر جڑ پکڑ گئیں۔انسانی حقوق کی جگہ حکمران قوم کے حقوق نے غلبہ بنالیا،اور عورت کے احترام وتقدس کی جگہ گھر کی بجائے دفتر اور بازار ٹھہرا۔یہ نئی صورتحال یقیناًمزاجِ انسانی کے لیے قابل قبول نہ تھی اور نہ ہے۔ جسکے نتیجے میں اپنی تمام تر برتری کے باوجود مغرب نے مسلم تہذیب کو اپنے لیے ہمیشہ خطرہ ہی سمجھا ہے۔ مغرب اپنی بقاءاسی میں سمجھتااور دیکھتا ہے کہ مسلم تہذیبی برتری ختم ہونی چاہیے، چنانچہ اس بارے میں ہنٹنگٹن (Huntington) لکھتا ہے کہ مغربی تہذیب کو باہر سے آنے والوں کی تہذیب سے خطرہ ہے۔

"Western culture is challenge by group within western societies. One such challenge comes from immigrant from other civilization"[1]

اس خطرے کی وضاحت بیان کرتے ہوئے(Huntington) کہتا ہے کہ اس کی اصل وجہ مغرب کی کمزور اور بے جان ثقافت ہے، جو کہ بیرونی تہذیب (اسلام) کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

"In Europe, western civilization could also be undermined by the weakening of the culture component"[2].

انسانی فطرت کے لیے ناقابل قبول مغربی تہذیب کے منفی اثرات نے عالم اسلام میں دوبارہ بیداری کی لہر پیدا کر دی ہے۔یوں دو بڑی تہذیبوں کے درمیان معرکہ آرائی کہیں قتل وغارت گری کی شکل میں سامنے آئی ہے کشمیر، فلسطین، بوسنیا، چیچنیا اس کی زندہ مثالیں ہیں۔اور کہیں یہ معرکہ آرائی فکری یلغار کی صورت میں سامنے آئی ہے۔اس فکری تناؤ کا شکار ہمارے وطن عزیز کا معاشرہ بھی ہے۔ یہاں بھی یہ سوچ پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔کہ عورتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے نئی قانون سازی کی ضرورت ہے۔اس صورتحال کا جائزہ اس آرٹیکل

---

[1]Huntington, Samuel. P, *The clash of civilization, a touchstone book*, 1230 venue/ the Americans New York, 1997, P.305.
[2]Huntington, Samuel p, *The clash of civilization*, p.305.

میں پاکستان کے ایوانوں میں پاس ہونے والے دو حقوق نسواں بل، جن میں ایک 2006 میں پاس ہوا اور دوسرا 2016 میں پاس ہوا، کی روشنی میں لیا گیا ہے۔

پاکستان میں تحفظ حقوق نسواں کا ارتقاء

مادہ پرستی کی مغربی ملحدانہ تہذیب اس حقیقت کو جان چکی ہے کہ جب تک مسلم معاشروں کے گھروں میں گھس کر نقب نہ لگائی جائے.اوران کی خواتین کو نہ بگاڑا جائے ،نہ تونیو ورلڈ آرڈر کا مقصد پورا ہو سکتا ہے نہ ہی اسلام کے احیاء کا راستہ روکا جا سکتا ہے۔چنانچہ مغربی تہذیب کے علمبردار عموما اور امریکی ورلڈ آرڈر بالخصوص" عورت بگاڑ تحریک "جاری کر کے سر گرمی سے ہماری خانہ بربادی کے درپے ہو رہے ہیں۔ابتداء میں اس تحریک کا آغاز بے پردگی اور فیشن پرستی کے راستے سے ہوا اور اس کا اولین شکار مسلم معاشرے کے ارباب واقتدار وجاہ کی بیگمات تھیں جو خانہ داری کے جنجال سے بالکل فارغ تھیں اور جنھیں وقت گزاری اور لیڈری کے لیے سنسنی خیز سرگرمیاں چاہیے تھیں۔اب ان کی مدد سے درمیانے طبقے کی خواتین کو بھی گھروں سے نکال کر شمع محفل بنانے، تفریح و نشاط کی محفل چمکانے، ثقافت کے نام پر رقص و سرور میں لگانے ،پھر فیشن پرستی، عریانی پر ڈالنے کی مہم زور وشور سے جاری ہے۔[3].

وطن عزیز پاکستان میں اس طرح کی صورت حال نے قیام پاکستان کے ساتھ ہی شدت سے سر اٹھایا۔ پاکستان میں عورتوں کے مقاصد کو آگے ترقی دینے کے لیے "اپوا" کا قیام عمل میں لایا گیا۔ پھر عائلی قوانین 1961 نے یہ ثابت کر دیا کہ پاکستان کے آئین ساز اور سربراہ مغربی افکار وعقائد سے نہ صرف پوری طرح متاثر ہیں بلکہ ان کو آئین سازی کے لیے فیصلہ کن بنیاد سمجھتے ہیں اور شریعت کی کاملیت اور ابدیت پر ان کو یقین نہیں۔

اپوائی انجمن نے ان عائلی قوانین جن میں سے بیشتر قرآن وسنت سے متصادم ہیں، بھرپور ساتھ دیا۔ پھر انھوں نے قرآن وسنت کی وضاحت مضحکہ خیز تاویلوں اور تاریخ کی کمیاب مثالوں کے ذریعے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مغربی معاشرتی نظام ہی قرآن وسنت کے منشاء کو صحیح پورا کرتا ہے۔ پھر جب صدر ضیاءالحق نے اپنے دور میں اسلامی نظام کی طرف کچھ پیش قدمی کرنا چاہی اور 1979ء میں حدود آرڈیننس کا اجراء کیا

---

[3] علوی، ثریا بتول، جدید تحریکِ نسواں اور اسلام، منشورات، منصورہ، ملتان روڈ لاہور، 2000)ص:14
A`lvī, Thuriyya Batūl, *Jadeed Tehreek-e-Niswān aur Islām*, Manshoorat, Manṣūra, Multan Road, Lahore, 2000, P. 14.

گیا، سرکاری دفاتر میں عورتوں کو ساتر لباس اور چادر کا پابند کیا گیا، قانون دیت اور شہادت پاس کیا گیا، چادر اور چار دیواری کے تحفظ کی کوشش کی تب بھی حقوق نسواں کے داعی ان خواتین نے اپنے محاذ پر بڑی تیزی دکھائی اخباری پروپیگنڈے، مذاکروں، قراردادوں کے ذریعے سے حکومت پر دباؤ ڈالا کہ وہ خواتین کا دیت اور شہادت والا قانون تبدیل کرے محترمہ بے نظیر، نے بھی حدود آرڈیننس کے خلاف پروپیگنڈا کیا۔

بعض نے کہا کہ ہمیں وہ قرآن نہیں چاہیے جو عورتوں کو آدھی شہادت کا مقام دیتا ہے۔ ہمیں وہ قرآن چاہیے جو ہمیں مساوات دے، ہمیں بہر حال مساوی حقوق چاہیئں و گرنہ ہمیں ایسے قرآن وحدیث کی ضرورت نہیں پھر ان خواتین نے خود مجتہد بن کر عورتوں کے لیے قرآن وحدیث سے مضحکہ خیز مثالوں کے ذریعے سے مساوی حقوق "برآمد" کرنے کی ٹھان لی[4]

عورت کے حقوق کے نام پر بھی یو-این—او کئی بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد کر چکا ہے۔ مثلاً خواتین کی پہلی عالمی کانفرنس 1975ء میں میکسیکو میں ہوئی اور پھر اس سال کو "خواتین کا عالمی سال" کے طور پر منایا گیا۔ دوسری عالمی خواتین کانفرنس 1985ء میں نیروبی میں ہوئی۔ تیسری عالمی خواتین کانفرنس 1990ء میں کوپن ہیگن میں منعقد ہوئی۔ جبکہ چوتھی عالمی خواتین کانفرنس ستمبر 1995ء میں بیجنگ میں منعقد ہوئی۔

پاکستان اپنے قیام کے فوراً بعد یو—این—او کا ممبر بن گیا تھا لہذا عورت کے حقوق کے نام پر منعقد ہونے والی تمام کانفرنسوں میں باقاعدہ پاکستانی خواتین کے وفد سرکاری سطح پر شامل ہوتے رہے اور اسکے مطابق پاکستان کو عورت سے متعلق ایجنڈے دیئے جاتے رہے چنانچہ ان ایجنڈوں پر پیش رفت کی تفصیل درج ذیل ہے:

1949ء ابتداء ہی سے عورتوں کو ووٹ کا حق حاصل ہو گیا تھا 1961ء میں عائلی قوانین کے ذریعے مسلمانوں کے عائلی قوانین میں کئی تبدیلیاں یو—این—او سے مطابقت پیدا کرنے کی غرض سے کی گئیں۔ 1973ء میں عورتوں پر تمام سرکاری ملازمتوں کے دروازے کھل گئے اور عورتوں کے لیے مکمل مساوات کا نظریہ دیا گیا تھا۔ اس دور میں ضبط ولادت کی تحریک کو بھی ملک میں مقبول عوام بنانے کی بھرپور کوشش کی گئی۔ 1975ء میں میکسیکو کی عالمی کانفرنس میں شرکت کے بعد پاکستان میں کئی خواتین کی تنظیمیں غیر سرکاری طور پر وجود میں آئیں اور مغربی

---

[4] ایضاً، ص:46

Ibid, P. 46.

ایجنڈے کے طور پر پاکستانی خواتین کو بے حجاب اور بے راہ روکرنے میں مصروف رہیں۔اپوا کی تنظیم جو قیام پاکستان کے فورا بعد وجود میں آئیں تھی اور سرکاری سرپرستی میں چل رہی تھی اب وہ مضبوط ہو چکی تھی۔

ضیاء دور میں 1979ء میں حدود آرڈیننس نافذ کیا گیا دیت، شہادت کی اسلام کی روشنی میں قانون سازی ہوئی، سرکاری دفاتر میں عورتوں کو ساتر لباس اور چادر کا پابند کیا گیا نیز ان کو بر سر عام کھیلوں میں حصہ لینے سے روک دیا گیا تو ان تنظیموں نے ضیاء الحق دور کے ان اقدامات کے خلاف بھرپور احتجاج کیا۔ اور حکومت کے ہر سطح کے اقدامات کی پرزور مخالفت کی۔ یہ خواتین اگرچہ تعداد میں مختصر تھیں مگر عالمی زرائع ابلاغ ان کی پشت پر تھے لہذا ان کے اسلام مخالف پروپیگنڈے کو بڑی کوریج دے رہے تھے۔

1988ء میں انتخابات کے نتیجے میں بے نظیر بھٹو سربراہ حکومت بنیں تو ایک مستقل وزارت خواتین وزارت Ministry of women کے نام سے قائم ہوئی اس دور میں خواتین کے الگ بنک قائم ہوئے۔الگ تھانے قائم ہوئے عدلیہ میں بھی خواتین جج مقرر ہوئیں۔ تمام سرکاری ملازمتوں میں خواتین کا کوٹہ 5٪ مقرر ہوا مگر افسوس اس دور میں خواتین کے لیے الگ یونیورسٹی نہیں بن سکی موقف یہی تھا کہ اس طرح عورت کے خلاف منفی امتیاز مستحکم ہوتا ہے ان کو نسوانی قسم کے مضامین پڑھائے جائیں گے جو عورتوں کو سائنسی سوچ اور جدید علوم سے دور رکھنے کا پروگرام ہے اس طرح ان پر سرکاری ملازمتوں کے دروازے بھی بند ہو جائیں گے۔

1990ء میں پاکستانی وفد تیسری عالمی خواتین کانفرنس منعقد کوپن ہیگن میں شریک ہوا نیز 1990ء میں ہی پاکستان نے سی۔ڈور (عورتوں کے خلاف ہر قسم کے امتیاز کے خاتمہ کے لیے عالمی کنونشن) کی دستاویز پر دستخط کیے یہ دستاویز عورت کے موضوع پر یو—این-او کی تیس سالہ کوششوں کا نتیجہ تھی 1994ء میں "آبادی اور ترقی" کے موضوع پر ہونے والی عالمی کانفرنس جو قاہرہ میں منعقد ہوئی تھی اس میں بھی پاکستان نے شرکت کی یہ اصل میں مسلم ممالک میں کنڈوم کلچر کو رائج کرنے کا ایک پروگرام تھا[5]

ستمبر 1995ء میں بیجنگ میں خواتین کی چوتھی عالمی کانفرنس منعقد ہوئی اس کے لیے جو ایجنڈا تیار کیا گیا وہ 121 صفحات پر مشتمل تھا۔اور اسے بیجنگ ڈرافٹ کا نام دیا گیا اس کی تیاری پر بڑی محنت کی گئی۔ یہ دراصل عالمی استعمار کا معاشرتی تبدیلی (Social change) کا ایجنڈا تھا اقوام متحدہ کے تحت منعقد ہونے والا یہ خواتین کا سب

---

5 ایضاً، ص:54

Ibid, P, 54.

سے بڑا عالمی اجتماع تھا۔ قاہرہ اور بیجنگ کانفرنس کا ایجنڈا تحریک آزادی نسواں کا تیار کردہ تھا اس حیاسوز ایجنڈے پر مسلم ممالک کی اکثریت متفق تھی۔ کیتھولک عیسائیوں نے اس کی مخالفت کی اور بیجنگ کانفرنس میں تو مغربی ممالک کی بیشتر خواتین نے مخالفت کی صرف دو مسلمان ممالک کی خواتین نے مخالفت کی ایک سوڈان دوسرا ایران، سعودی عرب نے اس کانفرنس میں شرکت ہی نہیں کی تھی۔

اس ایجنڈے کے نمایاں موضوعات کچھ اس طرح سے تھے:

☆ مرد وعورت کی فطری مساوات، عورت کو اس کے روایتی کردار (ماں، بیٹی، بہن، بیوی) پر مجبور نہ کیا جائے۔

☆ معاشرے کے ڈھانچے کو تبدیل کیا جائے تاکہ عورت فطری مساوات حاصل کر سکے۔

☆ منتخب اداروں میں خواتین کو 50٪ نشستیں دی جائیں، اس طرح ملازمتوں میں بھی۔

☆ بچہ پیدا کرنے کا اختیار عورت کو حاصل ہو وہ چاہے تو کرے چاہے تو نہ کرے۔

☆ اسقاط حمل کو قانونی قرار دیا جائے اور اس کا حق بھی عورت کو حاصل ہو۔

☆ ہم جنس پرستوں کو قانونی تحفظ حاصل ہو اور جسم فروشی کو بھی قانونی تحفظ مہیا ہو

اس کانفرنس کے وقت بے نظیر بھٹو صاحبہ سربراہ اقتدار تھیں بھرپور تیاری کے ساتھ اس کانفرنس میں شرکت کی وہاں اہم اجلاس کی صدارت کا بھی اعزاز حاصل کیا اور اس کے ننگ انسانیت وتذلیل نسوانیت ایجنڈے پر اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سربراہ نے برضا ورغبت دستخط کیے بعد ازاں اس ایجنڈے پر عمل درآمد کرنے کے بھی کئی اقدامات اٹھائے گئے۔[6]

ستمبر 1994ء میں پاکستانی سینٹ کی ایک قرارداد کے زریعے ایک "خواتین انکوائری کمیشن" قائم کیا گیا جس کا مقصد پاکستانی خواتین کے بارے میں کتاب وسنت کی روشنی میں سفارشات تیار کرنا تھا اس کمیشن نے 180 صفحات پر مشتمل رپورٹ 1997ء میں پیش کی اس کی سفارشات کیا تھیں دراصل بیجنگ کانفرنس کے اقوام متحدہ کے دیئے ہوئے ایجنڈے کو بروئے کار لانے کا ہی ایک زریعہ تھیں پاکستان کا یہ حالیہ خواتین انکوائری کمیشن بھی اسی پروگرام کا حصہ ہے وہ خواتین جن پر مسلمان ہونے کا لیبل لگا ہے مگر درحقیقت وہ یو-این-او کی طرف سے تفویض

---

[6] علوی، خالد، اسلام کا معاشرتی نظام، الفیصل ناشران، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور ص:503
A`lvī,, Khalid, *Islam ka Muasharti Nizam,* Al-Faisal Nashran, Ghazni Street, Urdu Bazar Lahore, P: 503.

کردہ ڈیوٹی کو نبھانے کے لیے دل وجان سے رضامند ہیں وہی اس کمیشن کی شرکاءاور نمائندہ تھیں اس کمیشن کے گیارہ ممبر تھے جنہوں نے مخصوص اجنڈے کے مطابق سفارشات

تحفظ حقوق نسواں کے ارتقاء پر نظر ڈالنے کے بعد اب ذیل میں پاکستان میں خواتین کے تحفظ کے سلسلے میں پاس ہونے والے بل جو کہ 2006اور2016 میں پاس کیے گئے،اسکا جائزہ لیا جارہا ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

تحفظ حقوق نسواں بل2006ءکا شرعی وتنقیدی جائزہ

حدود آرڈیننس 1979ءکے بعد قومی اسمبلی نے 15 نومبر 2006 کو تحفظ خواتین کے نام سے جو بل منظور کیاہے،اس کی درج ذیل دفعات قرآن وسنت کے مخالف ہیں۔

سیکشن نمبر5: زنا بالجبر سے متعلق نئی دفعات

1۔ اس سیکشن نمبر 5 کے تحت زنا بالجبر کو حدود آرڈینس سے نکال کر تعزیرات پاکستان میں داخل کر دیا گیا ہے۔ موجودہ قانون میں شامل کی جانے والی ترمیمات کے نتیجے میں زنا بالجبر کی سزا کو حد سے نکال کر تعزیر قرار دے دیا گیا ہے۔بقول حکومت کے،قرآن وسنت میں زنا بالجبر کی سزا کو متعین نہیں کیا گیا۔

"The offences of zina and qazf are mentioned in the Quran'n. The two ordinances relating to zina and qazf, however, make a number of other acts punishable in spite of the fact that the Qura'n an"A man is said to commit rape who has sexual intercourse with a woman under circumstances falling under any of the five following descriptions,

1. Against her will
2. Without her consent
3. With her consent, when the consent has been obtained by putting her in fear of death or of hurt,
4. With her consent, when the man knows that he is not married to her and that the consent is given because she believes that the man is another person to whom she is or believes herself to be married; or

With or without her consent when she is under sixteen years of age".[7]d Sunnah neither define these

7 ایضاً

Ibid

offences nor has any punishment for there been prescribed. On no principle of qiyas can the punishments for zina and qazf or the procedure identified for their proof can be extended to these offences"[8]

(2)پھر زنا بالجبر کی جو سزا بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے

"Whoever commits rape shall be punished with death or imprisonment of either description for a term which shall not be less than ten years or more, than twenty-five years and shall also be liable to fine".[9]

جو کوئی زنا بالجبر کا ارتکاب کرتا ہے،اسے سزائے موت یا سزائے قید جو کم سے کم پانچ سال یا زیادہ سے زیادہ پچیس سال تک ہو سکتی ہے دی جائے گی۔اور جرمانے کا بھی مستوجب ہو گا۔

اب ان ترامیم کو دیکھیں اور قرآن وسنت کی تعلیمات کو تو یہ قرآن وسنت کے بالکل خلاف ہیں،قرآن کریم میں زنا کی حد بیان کی گئی ہے:

(وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ) [10]

"بدکار عورت اور بدکار مرد(اگر غیر شادشدہ ہوں)توان دونوں میں سے ہر ایک کو(شرائط حد کے ساتھ جرم زنا کے ثابت ہو جانے پر)سو کوڑے مارو(جب کہ شادی شدہ مرد وعورت کی بدکاری پر سزا رجم ہے اور یہ سزائے موت ہے)اور تمہیں ان دونوں پر(دین کے حکم کے اجراء)میں ذرا ترس نہیں آنا چاہئے اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو،اور چاہئے کہ ان دونوں کی سزا(کے موقع)پر مسلمانوں کی(ایک اچھی خاصی)جماعت موجود ہو"

اس آیت میں "زنا"کا لفظ مطلق ہے جو ہر قسم کے زنا کو شامل ہے،اس میں رضامندی سے کیا ہوا زنا بھی شامل ہے،اور زبردستی کیا ہوا زنا بھی،اور سو کوڑوں کی یہ سزا غیر شادی شدہ کے لیے ہیں، جیسا کہ اس آیت کے

---

8 Protection of women (Criminal Laws Amendment), 2006

9 ایضاً

Ibid

10 النور24: 4

Al-Noor, 24:4

بارے میں قاضی بیضاوی فرماتے ہیں:(وهو حكم يخص بمن ليس بمحصن لما دل على ان حد المحصن هو ارجم)[11]"پھر جن عورتوں کے ساتھ زبردستی زنا کیا گیا ہو ان کا سزا سے مستثنیٰ ہونا سورہ نور سے ثابت ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے جبری زنا کی شکار عورت کو زنا کی سزا سے مستثنیٰ کر دیا ہے:

(وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ)[12]

"اور جوان خواتین پر زبردستی کرے، تو اللہ تعالیٰ ان کی زبردستی کے بعد (ان خواتین) کو بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔"

پھر اگر مجرم شادی شدہ ہو تو سنت متواترہ نے اضافہ کیا ہے کہ اسے سنگسار کیا جائے گا، اور آپ ﷺ نے جس طرح یہ حد رضامندی سے کیے گئے زنا پر جاری کی ہے، اسی طرح زنا بالجبر کا ارتکاب کرنے والے پر بھی یہی حد جاری کی ہے۔

حضرت وائل بن حجر روایت کرتے ہیں:"کہ حضور اکرام ﷺ کے زمانے میں ایک عورت نماز پڑھنے کے ارادے سے نکلی، راستے میں ایک شخص نے زبردستی اس سے زنا کا ارتکاب کیا، اس عورت نے شور مچایا تو وہ بھاگ گیا، بعد میں اس شخص نے اعتراف کیا کہ اسی نے عورت کے ساتھ زنا بالجبر کیا تھا، اس پر آپ ﷺ نے اس شخص پر حد جاری فرمادی، اور عورت پر حد جاری نہیں کی۔"[13]

11 البیضاوی، ناصر الدین ابو سعید عبداللہ بن عمر، انوار التنزیل واسرار التنزیل، (دار احیاء التراث العربی، بیروت،1418ھ)،98/4

Al-Baydaw,Nasir al-Din,Anwar al-Tanzil wa-Asrar al-Ta'wil,(Dar Ahya ul turath al-arbi, Beirut, 1418AH) ,4/98.

12 النور24: 33

Al-Noor, 24:33.

13 الترمذی ، محمد بن عیسیٰ، الجامع الترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء فی المراۃ اذااستکرھت علی الزنا، رقم الحدیث(1454)

Al-Tirmidhī, Al- Jami ‘al-Sahīh, Kitab al-Hadoood,Bab ma jaa iza stukrihat al-zina, Hadith No:1454.

صحیح بخاری اور دوسری کتب حدیث میں حضرت عمر فاروق کے دور کا واقعہ بھی موجود ہے "کہ ایک غلام نے باندی کے ساتھ زنا بالجبر کا ارتکاب کیا، تو حضرت عمر نے مرد پر حد جاری فرمائی، اور عورت کو سزا نہیں دی"۔ [14]

(جاء رجل الی ابی بکر فذکر له، ان ضیفا له افتض اخته استکرها علی نفسها، فساله فاعترف بذلک فضربه ابوبکر الحد، ونفاه سنته الی فدک، ولم یضربها، ولم ینفیها لانه استکرهها، ثم زوجها ایاه ابوبکر، واد کله علیها)[15]

"ایک شخص نے حضرت ابو بکر کو شکایت کی کہ اس کے مہمان نے اس کی بہن کے ساتھ جبراً زنا کیا ہے، بعد از تفتیش اس نے اعتراف کر لیا (کیونکہ وہ شخص کنوارہ تھا) اس لئے حضرت ابو بکر صدیق نے اسے کوڑے لگوائے، اور ایک سال کے لیے "فدک" جلاوطن کر دیا اور عورت کو نہ تو کوڑے لگوائے، اور نہ جلاوطن کیا، ایک سال جلاوطنی کے بعد حضرت ابو بکر نے زانی کو حکم دیا، کہ اب اس عورت سے نکاح کر لو"

اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جس عورت کے ساتھ زبردستی ہوئی ہو اسے سزا نہیں دی جا سکتی، البتہ جس نے اس کے ساتھ زبردستی کی ہے اس کے بارے میں جو زنا کی حد بیان ہوئی ہے وہ پوری طرح نافذ رہے گی، اب حکومت کا یہ کہنا کہ زنا بالجبر کی سزا قرآن و سنت میں بیان نہیں ہوئی یہ بالکل غلط ہے، اور قرآن و سنت میں کسی کو ترمیم کا اختیار نہیں ک، یونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا) [16]

"کسی مومن اور مومنہ کے لئے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ فرما دیں، تو اپنے پاس سے نئے فیصلے کرنا شروع کر دیں۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ واضح گمراہی کا شکار ہو گیا۔"

---

14 البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الاکراہ، باب اذا استکرھت المراۃ علی الزنا فلا حد علیھا، رقم الحدیث (6949)
Al-Bukhārī,Muhammad Ibn Isma ‘īl, Al-Sahih, kitab al-Ikraah,Bab ma jaa iza stukrihat al-zina fla hadda, Hadith No:6949.

15 الصنعانی، عبد الرزاق بن ھمام، ابو بکر، المصنف، (المکتب الاسلامی، بیروت، 1403ھ)، 7/402
Al-Sanʿānī, ʿAbd al-Razzāq Ibn Hammām,Abu Bakr, Musannaf Abd al-Razzāq, (Al-Maktab Al Islami, Beriut, 1403 AH),7/402.

16 الاحزاب 33: 36

Al-Ahzab, 33:36

اللہ کی طے کردہ عقوبات (حدود اللہ) میں کسی کو بھی ترمیم کا کوئی اختیار نہیں۔ دور نبوی کا ایک مشہور واقعہ یوں ہے کہ قریشی قبیلہ کی فاطمہ نامی ایک عورت نے چوری کا ارتکاب کیا، تو نبی کریم ﷺ کے ایک محبوب صحابی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے صحابہ کرام اس عورت کا ہاتھ نہ کاٹنے کی سفارش لے کر آئے۔ آپ ﷺ ان کی اس بات پر سخت ناراض ہوئے اور یہ ارشاد فرمایا:

(اتشفع فی حد من حدود اللہ لو ان فاطمة بنت محمد ﷺ سرقت لقطع محمد یدھا)[17] "کیا تم حدود اللہ کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ اگر (میری بیٹی) فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرے گی تو میں اس کا ہاتھ بھی ضرور کاٹوں گا۔"

لہذا مذکورہ بل میں زنا بالجبر کی سزا کو ختم کرنا قرآن وسنت کے بالکل خلاف ہے اور اس کا خواتین کے ساتھ زیادتی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر دفعہ 375 میں جو زنا کی تعریف ہے اس کی رو سے شوہر اگر بیوی کی رضامندی کے خلاف اگر اس سے جماع کرے۔ تو وہ بھی زنا بالجبر قرار پاتا ہے جو کہ اسلام کے خلاف ہے۔ کیونکہ فرمان نبوی ﷺ ہے۔

(اذا دعا الرجل امراته الی فراشه فابت فبات غضبان علیها لعنتها الملائکة حتی تصبح)[18]

"جب کوئی شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کردے، اور شوہر اس سے ناراضی کی حالت میں رات بسر کرے، تو فرشتے ایسی بیوی پر صبح ہونے تک لعنتیں بھیجتے رہتے ہیں۔"

پھر دفعہ پانچ 5 کی شق نمبر 5 سے یہ نتیجہ نکلتا ہے، کہ 16 برس سے کم عمر کی لڑکی کا ہر زنا، زنا بالجبر قرار پائے گا، یہ ترمیم بھی خلاف اسلام ہے کیونکہ اسلام نے زنا کی سزا عمر کی بجائے جسمانی بلوغت کی علامتوں کے ساتھ

---

17 البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الحدود، باب کراھیة الشفاعة فی الحد اذا رفع علی السلطان، رقم الحدیث (6788)

Al-Bukhārī, Al-Sahih,Kitab al-Hadood, Bab Karahiyat ul shafat fil had iza rafa alsultan,Hadith No:6788.

18 ایضاً، کتاب بدا الخلق، باب اذا قال احدکم: آمین، رقم الحدیث (3237)

Ibid, Beginning of Creation, Kitab bada al-Khalq,Bab iza qal ahadkum:Ameen,Hadith No:3237.

منسلک کیا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے۔(وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا)[19] "اور جب جوانی کو پہنچ جائیں تو اجازت لینی چاہیے"

"حلم "اس لفظ سے فقہاء نے لڑکوں کے معاملے میں احتلام کو بلوغ کا آغاز مانا ہے، اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔۔۔ احتلام کو لڑکوں کے لیے بلوغت قرار دیا ہے۔۔۔۔ جبکہ لڑکی کے معاملہ میں ایام ماہواری کا آغاز علامت بلوغ ہے نہ کہ احتلام۔[20]

اس ترمیم کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ لڑکیوں کو سولہ سال تک زنا کے جرم سے چھوٹ ملنے کی وجہ سے بچوں میں بدکاری پھیل جائے گی اور ایسی بری عادات کا شکار بچے مستقبل میں بھی جنسی بے راہ روی کا شکار رہیں گے۔ اور معاشرے میں بے راہ روی عام ہو جائے گی۔

سیکشن نمبر 7: زنا اور الزام زنا کی سزا بل کی ترمیم نمبر 7 کے الفاظ یہ ہیں

:496B. fornication:

1. A man and a woman not married to each other are said to commit fornication if they willfully have sexual intercourse with one another.
2.Whoever commits fornication shall be punished with imprisonment for term which may extend to five years and shall also be liable to fine not exceeding ten thousand rupees".496C. Punishment for false accusation of fornication.
3."Whoever brings or levels or gives evidence of false charge of fornication against any person, shall be punished with imprisonment for a term which may extend to five years and shall also be liable to fine not exceeding ten thousand rupees".[21]

اب اس شق میں زنا کے مرتکب مرد و عورت کو جو سزا دی جارہی ہے، وہ زیادہ سے زیادہ پانچ سال قید ہو سکتی ہے اور انہیں 10 ہزار روپے تک جرمانے کی سزا دی جائے گی۔ اسی طرح جو کوئی بھی کسی شخص کے خلاف زنا کا جھوٹا الزام لگائے یا گواہی دے وہ زیادہ سے زیادہ پانچ سال تک قید اور زیادہ سے زیادہ 10 ہزار روپے کے جرمانے کا مستوجب ہو گا۔

---

19 النور 59:24

Al-Noor, 24:59.

20 مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، (ادارہ ترجمان القرآن، جولائی 1991ء)، 421/3

Al-Maudoodi, Abul Ala, Tafhim al- Qur'ān,(Idra Tarjaman al Quran,1991),3/421.

21 Protection of women (Criminal Laws Amendment), 2006

اب اس میں زنا اور الزام زنا (تہمت) کی جو سزائیں بیان کی گئی ہیں، ان دونوں جرائم کی سزائیں صریحاً خلاف اسلام ہیں۔ زنا کی سزا قرآن کریم میں یہ بیان ہوئی ہے: (الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ)[22] "زانی عورت اور زانی مرد میں سے ہر ایک کو 100 کوڑے کی سزا دو۔" اور شادی شدہ کے لیے سنگ سار کرنے کی سزا دی جاتی ہے۔ پھر جس طرح اسلام میں زنا کی سزا اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دی ہے اور اس میں تبدیلی کا کسی کو اختیار نہیں، اسی طرح اسلام نے زنا کے جھوٹے الزام (تہمت یا قذف) کی سزا بھی متعین کر دی ہے۔ موجودہ بل میں زنا کی تہمت (قذف) کی شرعی حد میں بھی ترمیم کی گئی ہے۔ تہمت کے بارے میں قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ہے:

(وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ)[23] "جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کا جھوٹا الزام لگاتے ہیں، انہیں 80 کوڑے مارو اور آئندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔"

اس آیت میں لفظ "یرمون" سے مراد زنا کی تہمت ہے اور اس کا ثبوت حدیث سے بھی ملتا ہے، جب ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر شریک بن سمحاء کے ساتھ کی تہمت لگائی تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا (انت باربعة يشهدون على صدق مقالتک وکذ ظهرک)[24] " اپنے دعوے کے ثبوت کے لیے چار گواہ لاؤ تاکہ اپنی پیٹھ کو کوڑوں سے بچاؤ"

زنا اور زنا کی تہمت کی سزا ایک طرف قرآن کریم بیان کرتا ہے، اور دوسری طرف ہماری حکومت اسے بھی پانچ سال قید اور جرمانے میں تبدیل کر رہی ہے۔

سیکشن نمبر8:

203A. Complaint in case of Zina.

---

22 النور 2:24

Al-Noor ,24:2

23 النور 4:24

Al-Noor, 24:4.

24 السرخسی، شمس الدین، المبسوط، (دار المعرفہ بیروت لبنان، 1982ء)، 104/9

Al- Sarakhsī, Shams al- Dīn, Muhammad Ibn Ahmad, Al-Mabsūt, (Dar al-Ma'rifah,Beriut, 1414 AH) ,9/104.

1. "No court shall take cognizance of an offence under section 5 of the offence of Zina (Enforcement of Hudood) Ordinance, 1979 (VII 1919), except in a complaint lodged in a court of competent jurisdiction".
2. The presiding officer of a Court taking cognizance of an offence on a complaint shall at once examine, on oath, the complainant and at least four Muslim, adult male eye-witnesses, about whom the Court is satisfied having regard to the requirement of tazkiya-al-Shahood, that, they are truthful persons and abstain from major sins (kabair), of the act of penetration necessary to the offence Provided that, if the accused is a non-Muslim, the eye-witnesses may be non-Muslims".

3. "The substance of the examination of the complainant and eye-witnesses shall be reduced to writing and shall be signed by the complainant and the eye-witnesses, as the case may be, and also by the Presiding Officer of the Court".

4. "If in the opinion of the Presiding Officer of a Court, there is sufficient ground for proceeding, the Court shall issue summons for the personal attendance of the accused."

5. "The Presiding Officer of a Court before whom a complaint is made or to whom it has been transferred may dismiss the complaint, if, after considering the statements on oath of the complainant and the four or more eye-witnesses there is, in his judgment, no sufficient ground for proceeding and in such case he shall record his reasons for so doing."[25]

اس سیکشن میں زنا بالرضا کے جرم کا ارتکاب ہونے پر شکایت درج کرنے کے طریقہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔اس حوالے سے جو قباحتیں اور قانونا پیچیدگیاں پیدا ہو رہی ہیں،ان کا ذکر درج ذیل ہے:[26]

1۔عدالت مجاز تک رسائی میں مشکلات

اس سیکشن کے تحت زنا بالرضا کے جرم کو ناقابل دست اندازی پولیس بنا دیا گیا ہے۔ جسکی وجہ سے اسکی FIR اب تھانے میں بھی درج نہیں کروائی جا سکتی، بلکہ سیشن جج کی عدالت میں ہی اسکی شکایت درج کروائی جا سکے گی۔اس طرح عام آدمی کی قانون تک رسائی میں مشکلات اور زیادہ بڑھ جائیگی۔کیونکہ عموماً ضلع کے اندر ایک سیشن عدالت ہوتی ہے۔ دور دراز کے لوگوں کے لیے ایک تو آنا جانا

---

[25] Protection of women (Criminal Laws Amendment), 2006

[26] تحفظ نسواں ایکٹ 2006 کا شرعی و قانونی تجزیہ https://www.pat.com.pk/urdu/tid/402

https://www.pat.com.pk/urdu/tid/402, Legal Analysis of the Protection of Women Act 2006.

مشکل، دوسرا اگر کسی طرح وہ سیشن عدالت میں پہنچ بھی جائیں تواس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ انکی درخواست سیشن عدالت اس دن قبول کر بھی سکے گی یا نہیں؟ کیونکہ یہ بات توسب جانتے ہیں کہ سیشن عدالت جو کہ پہلے ہی ہزاروں مقدمات میں گھری ہوئی ہے۔اور ہماری عدالتوں کا تو یہ حال ہے کہ کہ معمولی سی بات کے لیے بھی عدالتوں کے کئی چکر لگانے پڑتے ہیں۔ چنانچہ ان حالات میں جب شکایت کے لیے جانا بھی سیشن جج کی عدالت پڑے اور عدالت ہے بھی بہت دور، جسکی طرف ہر ایک کی رسائی ممکن نہیں، توان حالات میں کوئی بھی شکایت درج کروانے کے لیےاس قدر مشکلات برداشت نہیں کرے گا۔

2۔ مظلوم پر قذف کی تلوار

اس ایکٹ کے تحت ایک طرف تواس بات کی شرط لگادی گئی ہے کہ زنا بالرضا کے جرم کی شکایت صرف سیشن جج کی عدالت میں ہی ہوسکتی ہے۔ وہیں دوسری طرف اس بات کی بھی شرط لگادی گئی ہے کہ اگر شکایت کا اندراج کروانے والا چار گواہ نہ پیش کر سکا تواسکو قذف کے قانون کا سامنا کرنا پڑے گا۔ گویا قذف کی تلوار بھی مظلوم کے سر پر ہی لٹکادی گئی ہے۔

3۔ ضلعی عدالتی نظام پر عدم اعتماد

یہاں یہ بات بھی حیران کن ہے کہ کہ ضلع کے اندر جو عدالتی نظام رائج ہے۔اس پر سنگین جرائم، لاکھوں اور کروڑوں کی مالیت کے معاملات اوراس طرح کے دیگر کئی اہم امور کو نمٹانے پر مکمل اعتماد کا اظہار کی گیا ہے۔ لیکن زنا کے مقدمات میں معاملہ اسکے بالکل برعکس ہے۔ کہ اسکے لیے سیشن جج کی عدالت کی قید لگادی گئی کہ صرف سیشن جج کی عدالت میں ہی اسکی شکایت کو اندراج ہو سکتا ہے۔اس سے تو ضلع کی عدالت پر کئی طرح کے سوالات اٹھ رہے ہیں؟ دوسرا سیشن جج پر تو پہلے ہی کئی امور کا بوجھ ہے۔ تو کیاان تمام صورتحال میں یہ معاملات التوا کا شکار نہیں ہو جائیں گے۔

4۔استغاثہ کا کڑا معیار

جرم ثابت کرنے کے لیے مقدمہ کی کارروائی کے دوران گواہوں اور تزکیہ شہود کی شرط لازمی ہوتی ہے نہ کہ شکایت کے اندراج اور استغاثہ کو قابل سماعت بنانے کے لیے۔ جب کہ یہاں تواستغاثہ کو قابل سماعت بنانے کے لیے بھی اس بات کو لازمی قرار دیا گیا ہے، کہ جب تک چار گواہوں کی شرط پوری نہیں ہوتی اس وقت تک شکایت کا اندراج بھی نہ کیا جائے،اور شکایت کرنے والے کی شکایت کو رد کر دیا جائے۔استغاثہ کا یہ کڑا معیار

بجا تھا بشرطیکہ جرم ثابت کرنے کے بقیہ تقاضے بھی عین مطابق شریعت ہوں، لیکن یہاں تو گنگا ہی الٹی بہائی جارہی ہے۔اس نرالے طریق کار کی کوئی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی۔

5۔ملزم کے لیے غیر ضروری رعایت

اس سیکشن کے تحت زنا کے جرم کا ایک ایسا جرم قرار دیا گیا ہے جو کہ قابل ضمانت ہے۔اسکے بھی کئی غلط نتائج سامنے آئیں گے۔اول یہ کہ مجرم جرم کر کے بھی مطمئن نظر آئے گا کہ بعد میں اپنے ذاتی تعلقات کی بناء پر ضمانت پر رہا ہونا اسکے لیے آسان ہے۔لیکن دوسری طرف مظلوم بیچارا انصاف کے لیے عدالتوں کے چکر لگاتا پھرے گا۔اور ساتھ ساتھ اسکو قذف کے قانون کو بھی بھگتنا پڑے گا۔ان تمام صورتحال میں مظلوم کے لیے مشکلات بڑھتی چلی جائیں گی۔اور جرم میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

حدود آرڈیننس کے تحت اگر کسی شخص کے خلاف زنا موجب حد کا الزام ہو اور مقدمے میں حد کی شرائط پوری نہ ہوں تو اسے دفعہ 10(3) کے تحت تعزیری سزا دی جاسکتی تھی، لیکن اب اس موجودہ بل کی رو سے ضابطہ فوجداری کی رو سے دفعہ 203 سی کا اضافہ کیا گیا ہے اس کی شق نمبر 2 میں ہے۔

Not withstanding the foregoing provisions, or anything contained in any other law for the time being in force no complaint under this section shall be entertained against any person who accused of zina under section 5 of the Offence of Zina (Enforcement of Hudood) Ordinance, 1979 (Ordinance No. VII of 1979) and against whom a complaint under section 203A of this code pending or has been dismissed or who has been acquitted or against any person who is a complainant or a victim in a case of rape, under any circumstances whatsoever".[27]

"کہ جو شخص زنا موجب حد کے الزام سے بری کر دیا گیا ہو، یا کسی ایسے شخص کے خلاف جو مستغیث ہو یا Rape کی صورت میں شکار ہو، کسی بھی صورت حال میں سماعت کے لیے قبول نہیں کی جائے گی۔"

اب ایسے شخص کے خلاف فحاشی کا مقدمہ دائر کرنے پر پابندی عائد کر دینا فحاشی کو تحفظ دینے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔اسلام نے اگر زنا کو حرام قرادیا ہے، تو اس کے اسباب و محرکات کو بھی حرام قرار دیا ہے، حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

[27] Protection of women (Criminal Laws Amendment), 2006, 8(203C)

(وزنا العينين النظر، وزنا اللسان النطق، والنفس تمنى وتشتهى، والفرج يصدق ذلک او يکذبه)[28]"آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں، ہاتھ اور پاؤں بھی اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے"

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کی نظر میں صرف زنا ہی اکیلا جرم نہیں، بلکہ اسکے اسباب بھی سنگین جرم میں شمار ہوتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ زیر نظر بل میں اہم خرابیاں یہ ہیں:

1۔موجودہ بل میں زنا بالجبر کی حد کو جس طرح بالکل ختم کر دیا گیا ہے وہ قرآن وسنت کے احکام کے بالکل خلاف ہے۔

2۔جب ایک مرتبہ زنا کی حد کا فیصلہ ہو جائے تو حکومت کو سزا میں کسی قسم کی معافی یا کمی کا اختیار دینا قرآن وسنت کے بالکل خلاف ہے۔

3۔"زنا بالرضا موجب حد" اور "فحاشی" کو ناقابل دست اندازی پولیس قرار دے کر دینا ان جرائم کو عملاً ناقابل عمل سزا بنا دینے کے مترادف ہے۔

4۔شہادت کے مطابق مختلف جرائم سامنے آنے پر عدالتوں پر یہ پابندی لگانا کہ وہ دوسرے جرائم میں سزا نہیں دے سکتے اس سے مجرموں کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔

5۔"قذف آرڈیننس" میں یہ ترمیم بھی قرآن وسنت کے منافی ہے۔

پنجاب تحفظ حقوق نسواں بل 2016ء کا شرعی و تنقیدی جائزہ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پاکستان میں بے شمار عورتیں مظالم کا شکار ہیں، ان کی دادرسی ہونی چاہیے، ان سب باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے عورتوں کی دادرسی کا مناسب انتظام ہونا چاہیے، انہیں مذہب نے جو حقوق دیئے ہیں وہ ان کو لازمی دینے چاہیے، اور ان کے لیے ترقی کے مواقع شریعت کی روشنی میں فراہم کیے جانے چاہیے، مندرجہ بالا پنجاب تحفظ خواتین بل 2016ء کی چند شقیں تنقید سے بالاتر ہونے کے باوجود اس میں چند شقیں ایسی ہیں، جو ہمارے خاندانی نظام کی جڑوں کے لیے بہت نقصان دہ ہیں، جس سے فیملی سسٹم بری طرح سے متاثر ہو گا ذیل میں ان شقوں کا جائزہ لیا جائے گا۔

---

28 المسلم، مسلم بن حجاج، الصحیح المسلم، کتاب القدر، باب قدر علی ابن آدم حظه من الزنا، رقم الحدیث (6753)
Al-Muslim,Muslim bin Hajjaj, Al-Sahih, Kitab al Qadar,Bab qadar ala ibn Adam Haza o min zina,Hadith No:6753

1۔ موجودہ پنجاب تحفظ حقوق نسواں بل کے ابتدائیہ میں کہا گیا ہے، کہ چونکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین(اصناف) کے مابین مساوات کی ضمانت دے کر ریاست کو خواتین کے تحفظ کے لیے کوئی خصوصی قانون وضع کرنے کا اختیار دیتا ہے۔[29]

"اصناف"یعنی مرد و عورت میں مساوات کا تصور سرے سے ہی غلط مفروضے پر قائم کیا گیا ہے۔ یہاں جس طرح مساوات کا ذکر کیا گیا ہے اس کا مطلب اگر یہ ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں ایک ہی قسم کی صلاحیتیں لے کر دنیا میں آئے ہیں، اور دونوں دنیا کا ہر کام کر سکتے ہیں تو یہ بداہۃً غلط ہے۔ گو مغرب کے نزدیک مساوات مرد و زن کا یہی مطلب ہے اور مغرب زدگان بھی اس غیر عقلی اور غیر فطری نظریے پر ایمان بالغیب رکھتے ہیں، لیکن اسلام اس مساوات مرد و زن کو تسلیم نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے درمیان فرق کیا ہے، ان کے مقصد تخلیق میں بھی اور دائرہ کار میں بھی، اور اسی اعتبار سے دونوں کی صلاحتیں بھی ایک دوسرے سے مختلف عطا کی ہیں۔ اور اگر اس دفعہ کا مطلب یہ ہے کہ مرد اور عورت، اگرچہ دو جنس ہیں، لیکن محض اس بنیاد پر کسی کے ساتھ امتیاز نہیں کیا جائے گا، دونوں کے حقوق کا تحفظ اور دونوں کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری قانون سازی کی جائے گی۔ تو یہ مطلب بالکل صحیح ہے اور اسلام سے متصادم نہیں، جب کہ پہلا مطلب اسلام سے یکسر متصادم ہے۔[30]

2۔ قانون ہذا کی تعریفات میں شق نمبر 2 کی کلاز اے میں کہا گیا ہے کہ "متاثرہ فرد" سے مراد ایسی خاتون ہے جس پر مدعاعلیہ نے تشدد کیا ہو[31]

بل میں گھریلو تشدد کی تعریف کرتے ہوئے سب سیکشن ایچ میں کہا گیا ہے کہ:

---

[29] پنجاب تحفظ حقوق نسواں بل 2016ء، ص1
THE PUNJAB PROTECTION OF WOMEN AGAINST VIOLENCE ACT 2016, P:1

[30] صلاح الدین یوسف، تحفظ حقوق نسواں بل کا تنقیدی جائزہ اور متبادل حل، محدث میگزین، شمارہ 374، اپریل، 2016ء
Salahuddin Yousaf, Critical Review of Women's Rights Bill and Alternative Solutions Mohaddis Magazine, April 2016.

[31] پنجاب تحفظ حقوق نسواں بل 2016ء، شق 2، کلاز (ایچ) ص1
THE PUNJAB PROTECTION OF WOMEN AGAINST VIOLENCE ACT 2016, Article 2, P:1.

گھریلو تشدد سے مراد وہ تشدد ہے جو مدعا علیہ (یعنی گھر میں موجود تمام مرد و خواتین سوائے متاثرہ خاتون) کی طرف سے متاثرہ شخص (یعنی صرف متاثرہ خاتون) پر حالیہ گھر (یعنی جس گھر میں رہ رہی ہے) میں کیا گیا ہو، جبکہ مدعا علیہ اس کا قریبی رشتہ دار (ماموں، چچا، یا کوئی خونی رشتہ دار) خاوند یا (باپ، ماں باقی بھائی بہنیں) وغیرہ ہوں۔[32]

گھریلو تشدد میں تمام مرد و خواتین کو شامل کر کے یہ پیغام دیا گیا ہے، کہ اگر کوئی لڑکی یا خاتون کسی بھی طرح کے کرتوت کر کے گھر میں آجائے تو گھر میں کوئی اس سے اخلاقاً بھی نہیں پوچھ سکتا اگر پوچھے گا تو وہ تشدد ہو گا۔

3۔اور اس بل کے سیکشن سات میں مردوں کے لیے جو سزا کا طریقہ تجویز کیا گیا ہے اس نے تو حد ہی کر دی ہے۔

سیکشن سات کی شق (اے) کے تحت متاثرہ شخص اور مدعا علیہ (مرد، بھائی، بیٹا، باپ، اور شوہر یا کوئی بھی قریبی رشتہ دار) کو ملنے نہیں دیا جائے گا۔

شق (بی) کے تحت متاثرہ عورت کے پاس جانے کی بھی پابندی ہو گی۔

شق (سی) کے تحت مرد کو شہر بدر یا علاقہ بدر بھی کیا جا سکتا ہے اور یہ فیصلہ کورٹ (پولیس کے جھوٹے سچے کیس کے مطابق) کرے گی۔

شق (ڈی) کے مطابق مدعا علیہ (مرد) کو چوبیس گھنٹے کے لیے کڑا پہنایا جائے گا۔

شق (ای) کے مطابق گھر سے نکال دیا جائے گا۔

شق (ایف) کے مطابق اس سے ہر قسم کے ہتھیار واپس لے لیے جائیں گے۔

شق (جی) کے مطابق کسی ذریعے سے بھی عورت سے رابطہ قابل سزا جرم ہو گا

شق (ایچ) کے مطابق جس گھر میں عورت ہو گی اس گھر میں مرد کو نہیں آنے دیا جائے گا۔ اور جہاں متاثرہ عورت زیادہ آتی جاتی ہو یا جہاں ملازمت کرتی ہو وہاں بھی نہیں جا سکے گا۔

شق (آئی) کے تحت کسی رشتہ دار یا کسی کو بھی (ماں، باپ تک کو بھی) درمیان میں رابطے کا ذریعہ نہیں بننے دیا جائے گا۔

شق (جے) کے مطابق بچے عورت کی تحویل میں رہیں گے۔[33]

---

32 ایضاً

Ibid

33 ایضاً، شق 7، ص 3

ناچاقی اور جھگڑے کی صورت میں مرد کو عورت سے بات کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہوگا، جبکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق پہلی سٹیج پر باہمی بات چیت سے مسئلے کا حل نکالا جاتا ہے۔

4۔ شق نمبر 4 میں یہ قانون اجازت دیتا ہے کہ خاتون کے عدم تحفظ یا اس پر تشدد کی شکایت اس کے علاوہ اس کی طرف سے کوئی دوسرا شخص بھی کر سکتا ہے۔[34]

اس پر ہمارے معاشرے میں عمل کس طرح ہونے کا امکان ہے؟ اس سے تو فیملی سسٹم بہت متاثر ہوگا، خاندانی نظام کے اقدار کا خاتمہ ہوگا۔اسی طرح سیکشن گیارہ کے سب سیکشن تین میں لکھا ہے: کہ حکومت ہر ضلع میں پروٹیکشن کمیٹی میں دو سول سوسائٹی کی خواتین اور چار مخیر حضرات لوگوں کو بھی شامل کرے گی۔[35]

سوال پیدا ہوتا ہے کہ متاثرہ خواتین کا خاندان اس کی حفاظت کا زیادہ حق دار ہے کہ این۔جی۔اوز کی عورتیں؟؟اسی طرح سیکشن چودہ کے کلاز ڈی کے تحت عورت دو دن کے لیے شوہر، باپ، بھائی یا کسی کو بھی گھر سے نکال سکتی ہے۔[36] ظاہر ہے یہ اسلامی روایات، مشرقی معاشرہ اور مشرقی تہذیب کے بالکل خلاف ہے۔

5 سیکشن بارہ کے سب سیکشن ایم کے کلاز نمبر 2 میں درج ہے کہ اس نظام کو چلانے کے لیے عطیات وصول کیے جائیں گے۔ [37]

اگر حکومت کے پاس بجٹ نہیں تو یہ اخراجات کہاں سے پورے کیے جائیں گے؟اس کا مطلب ہے جو بھی ڈونر ایجنسی ہوگی وہ پیسہ اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے دے گی جس کا اپنا ایجنڈا ہوگا۔

6۔ بل میں داخلے کا اختیار سیکشن 15 کے سب سیکشن 1 میں اس طرح درج ہے کہ:

Ibid, Article 7, P:3.

34 ایضاً، شق 4، ص 2

Ibid, Article 4,P:2.

35 ایضاً، شق 11، سب سیکشن 3

Ibid, Article 11

36 ایضاً، شق 14، سب سیکشن

Ibid, Article 14.

37 ایضاً، شق 12، سب سیکشن (ایم)، کلاز 2، ص 6

Ibid, Article 12,P:6.

"ضلعی تحفظ خواتین آفیسر یا تحفظ خواتین آفیسر کسی بھی وقت، کسی بھی جگہ، یا گھر میں داخل ہو سکتے ہیں مگر آفیسر یا سرکاری نمائندہ متاثرہ شخص کو اس کی اجازت سے ہی ریسکیو کر سکیں گے"۔ [38]

الحاصل یہ سیکشن گھریلو زندگی کے تحفظ کو پامال کرتا ہے، گھروں کی پرائیویسی تو مسلم معاشرے میں خصوصی اہمیت کی حامل ہوتی ہے جس کا غیر بھی اعتراف کرتے ہیں۔ جس کو اس بل کے ذریعے سے پامال کرنے اور گھریلو زندگیوں کا سکون پامال کرنے کی کوشش حکومتی سطح پر کی گئی ہے۔

خلاصہ بحث

اس آرٹیکل میں خواتین کے عمومی طور پر حقوق کا جائزہ نہیں لیا گیا۔ بلکہ 2006 اور 2016 میں پاس ہونے والے حقوق نسواں بل کی روشنی میں خواتین کے حقوق کے تحفظ کا جائزہ لیا گیا ہے۔ جس کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ خواتین کے حقوق کا تحفظ کیا جائے اس سے انکار ممکن نہیں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ قانون سازی کرتے ہوئے ہمیں اپنے قومی اور مذہبی تشخص کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ کہ ہمیں بحیثیت مسلمان قوم کوئی ایسا قانون پاس نہیں کرنا چاہیے جو اسلامی اصولوں کے خلاف ہو۔ چنانچہ موجودہ بلوں میں بہت سے مقامات قابل مذمت ہیں جس سے نہ صرف ہمارا قومی و مذہبی تشخص متاثر ہوتا ہے بلکہ ہمارا خاندانی نظام بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ عورت معاشرے کا ایک ایسا ناگزیر عنصر ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، عورت کی حیثیت، اسکا کردار معاشرے کے عروج وزوال میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اور ہماری بقاء اسی میں مضمر ہے کہ خالق کائنات نے جو اصول وضوابط حیات انسان کے لیے وضع کیے ہیں اسی کی روشنی میں زندگی گزاری جائے۔ ان سے انحراف سراسر معاشرتی واجتماعی تباہی اور نقصان کا باعث ہے۔

---

38 ایضاً، شق 15، سب سیکشن 1، ص 8

Ibid ,Article 15,P:8.